جناب حافظ غلام مرتضیٰ

چوتھی صدی ہجری میں عالم اسلامی کی مذہبی حالت

تاریخ اسلام میں چوتھی صدی ہجری کو جو اہمیّت حاصل ہے اس کا اندازہ ان تصانیف سے ہوتا ہے جو مختلف ارباب قلم نے اس کی ثقافتی، اجتماعی اور ادبی سرگرمیوں کے نقطۂ نظر سے لکھی ہیں مثلاً فان کریمر نے اپنی کتاب میں صنعت و پیداوار کے متعلق جرمن زبان میں مفصّل حالات قلمبند کئے ہیں۔ اسی طرح پروفیسر مبارک نے عربی نثر بالخصوص مقامات کی نشوو ارتقاء کے اوپر اپنی کتاب النثر الفنی فی القرن الرابع میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے علاوہ محمد امین بیگ نے حضارۃ الاسلام فی القرن الرابع کے عنوان سے ایک مبسوط کتاب لکھی جس میں دنیائے اسلام کی تہذیب و تمدّن پر مختلف پہلوؤں سے دلچسپ معلومات فراہم کی ہیں۔ لیکن جہاں تک اس صدی کی مذہبی حالت کا تعلق ہے غالباً اب تک کوئی مستقل تصنیف اس باب میں منظرِ عام پر نہیں آئی۔ حالانکہ یہ وہ زمانہ ہے جبکہ اسلام میں مذہبی سرگرمیاں بہت تیز ہو گئی تھیں اور مختلف فرقے اپنے اپنے اصول کی ترویج و اشاعت میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔ قلمرو اسلام کے اہم مراکز خصوصاً بغداد، بصرہ، نیشاپور اور مصر میں بڑے بڑے علماء، فقہاء اور محدثین کی یہ درسگاہیں قائم تھیں جہاں پر طالبان علم دور دراز کا سفر طے کر کے ان سے استفادہ کی غرض سے حاضر ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی دیگر مذاہب کے لوگ مثلاً یہودی، نصاریٰ اور مجوس بھی جگہ جگہ پائے جاتے تھے جن کو اپنی مخصوص عبادات کے لئے پوری آزادی حاصل تھی۔

سیاسی اعتبار سے اس زمانہ میں مملکت اسلامی کے تار و پود بکھر چکے تھے اور خلافت عباسیہ کا شیرازہ تقریباً منتشر ہو چکا تھا کیونکہ خلافت عباسیہ کے دور اول میں جو ۱۳۲ھ سے شروع ہو کر خلیفہ متوکل باللہ (۲۳۲-۲۴۷ھ) کے عہد میں ختم ہوتا ہے، جو شان وحدت اور رابطۂ اتحاد موجود تھا وہ اس زمانے میں سراسر مفقود ہو گیا تھا۔ چنانچہ مختلف علاقوں میں مختلف اسلامی حکومتیں قائم ہو چکی تھیں۔ جو اپنے انتظامی اور فوجی معاملات میں خود مختار تھیں بعض مقامات پر محض شخصی حکومتیں تھیں مثلاً ۳۲۴ھ میں بصرہ پر ابن رائق کا قبضہ تھا، فارس علی بن بویہ کے زیر اثر تھا۔ اصفہان اور رُے وغیرہ میں ابو علی حسن بن بویہ کا تسلط تھا۔ موصل، دیار بکر اور دیار ربیعہ میں بنو حمدان کی حکومت تھی، مصر اور شام اخشیدیین کے قبضہ میں تھا افریقہ اور مغرب میں خلفائے فاطمیین حکمران تھے۔ خراسان اور ما وراء النہر پر آل سامان حکومت کرتے تھے۔ طبرستان اور جرجان پر دیلمیوں کا قبضہ تھا۔ خوزستان میں بریدی کا قبضہ تھا۔ بحرین، یمامہ اور ہجر قرامطہ کے زیر اثر تھے۔

عباسی خلیفہ کے ہاتھ میں صرف بغداد اور اس کے مضافات تھے اور درحقیقت یہاں بھی صرف خلیفہ کا نام تھا۔ کیونکہ معتصم باللہ کے بعد ترکوں کا اس قدر غلبہ ہو گیا تھا کہ خلیفہ انہیں کے ہاتھ میں مثل ایک کٹھ پتلی کے تھا جس کو جب تک چاہتے تخت خلافت پر باقی رہنے دیتے اور جب چاہتے اس کو قتل یا معزول کر کے دوسرا جانشین مقرر کر لیتے۔ اس کی ایک معمولی مثال خلیفہ القاہر باللہ (۳۲۰-۳۲۲) ہے جس کو مقتدر کے قتل کے بعد تخت خلافت پر بٹھایا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں ڈلوا کر گرفتار کر لیا گیا۔ اس سیاسی انتشار نے معاشرہ کے تمام شعبوں میں انتشاری کیفیت پیدا کر دی تھی اور دینی افکار بھی اس سے محفوظ نہ رہے تھے۔

چوتھی صدی ہجری کی مذہبی حالت پر تفصیلی بحث سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان مذاہب و فرقوں کا اجمالی طور پر تعارف کرا دیا جائے جو اس زمانے میں دنیائے اسلام کے مختلف نواحی و گوشوں میں موجود تھے۔ عقائد کے اعتبار سے اس وقت بیشمار فرقے پائے جاتے تھے جن میں سے صرف مشہور فرقوں کا مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

شیعہ یہ گروہ مختلف چھوٹے بڑے فرقوں پر مشتمل تھا جن سب کو چار میں محدود کیا جا سکتا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ زیدیہ۔ اس ذیل میں تین فرقے شمار ہوتے تھے۔ ان کو زیدیہ اس لئے کہا جاتا تھا کہ یہ لوگ حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب کی امامت کے قائل تھے اور پھر ان کے بعد ان کے صاحبزادے یحییٰ کو اپنا امام سمجھتے تھے۔

۲۔ کیسانیہ۔ یہ لوگ دو فرقوں میں منقسم تھے اور یہ اصل میں مختار بن ابی عبید ثقفی کے پیرو تھے جس نے حضرت حسین بن علیؓ کا انتقام لیا تھا اور کربلا میں حضرت حسینؓ کے شہید کرنے والوں میں سے اکثر کو قتل کیا تھا۔ اسی مختار کو کیسان کہا جاتا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک خادم کا نام کیسان تھا جس کے نام پر یہ فرقہ موسوم ہوا۔ یہ لوگ محمد بن الحنفیہ کی امامت کے قائل تھے اور اللہ تعالیٰ کی شان میں بدء کو جائز سمجھتے تھے۔

۳۔ امامیہ۔ اس ذیل میں پندرہ فرقے شمار ہوتے تھے۔ جن میں سے بعض اپنی انتہاپسندی کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج تھے۔ مثلاً کاملیہ۔ اس فرقے کا عقیدہ تھا کہ صحابہؓ کرام نے حضرت علیؓ کی بیعت ترک کرنے کی وجہ سے کفر کیا لہٰذا حضرت علیؓ کو لازم تھا کہ ان سے جنگ کرتے جس طرح آپ کو اہل صفین سے جنگ کرنا لازم تھا۔ چنانچہ ان کے نزدیک حضرت علیؓ بھی ان سے جنگ نہ کرنے کی وجہ سے (نعوذ باللہ) کافر ہو گئے۔

۴۔ غلاۃ۔ اس کے تحت مختلف فرقے تھے مثلاً بیانیہ، جناحیہ، منصوریہ اور خطابیہ ان لوگوں نے اپنے اماموں کو مخلوقیت کی حدوں سے بلند کر کے خالق کے مرتبہ تک پہونچا دیا تھا۔ اس لئے اگرچہ خود کو اسلام کی جانب منسوب کرتے تھے مگر دراصل دائرہ اسلام سے خارج تھے۔ انہوں نے محرمات شرعیہ کو جائز کر دیا تھا۔ اور شریعت کے فرائض کو اپنے ذمے سے ساقط کر دیا تھا اور بھی بہت سی بدعتوں کے مرتکب تھے جن کی اصل تناسخ، تشبیہ، بدء اور رجعت کے عقائد تھے جیسا کہ امام شہرستانی

لکھتے ہیں :

وبداع الغلاة محصورة فی اربع التشبیه والبدأ والرجعة والتناسخ (کتاب الملل والنحل صفحہ ۱۸)	غلات کی بدعت چار چیزوں میں محصور ہے اوّل تشبیہ دوسرے بدء تیسرے رجعت چوتھے تناسخ ۔

خوارج یہ فرقہ شراۃ ، محکمہ اور حروریہ بھی کہلاتا تھا۔ اس کے اندر کل بیس فرقے داخل تھے جن میں سے بقول شہرستانی چھ مشہور تھے۔ (۱) الازارقہ (۲) النجدات (۳) الصفریہ (۴) العجاردہ (۵) الاباضیہ (۶) الثعالبہ ان میں سے ہر فرقہ جزوی مسائل میں دوسروں سے مختلف تھا۔ البتہ اس امر پر سب کا اتفاق تھا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما دونوں (نعوذ باللہ) کافر تھے۔ اسی طرح جنگ جمل میں شریک ہونے والے اور دونوں حکم یعنی حضرت ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص اور جو لوگ مسئلہ تحکیم پر رضا مند ہوئے نیز جنہوں نے دونوں حکم یا ان میں کسی ایک کی صوابدید کے مطابق عمل کیا سب کے سب کافر تھے۔ یہ لوگ ظالم حاکم کے خلاف بغاوت کرنے کو واجب جانتے تھے اور سب کے سب معتزلہ کی طرح قرآن کریم کے مخلوق ہونے کے قائل تھے۔[۱]

معتزلہ اس فرقے کا دوسرا نام قدریہ تھا۔ اس کے اندر بیس فرقے تھے جن میں سے ہر ایک باقی فرقوں کو کافر قرار دیتا تھا۔ ان سب کا اتفاق مندرجہ ذیل امور پر تھا۔

۱۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ کا انکار کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ تو علم ہے نہ قدرت اور نہ حیات اور نہ دیگر صفاتِ ازلیہ ۔

۲۔ یہ کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی نام تھا اور نہ ہی کوئی صفت تھی۔

۳۔ یہ کہ ظاہری آنکھوں سے رویت باری تعالیٰ محال ہے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ نہ تو خدا اپنی ذات کو دیکھ سکتا ہے اور نہ کوئی غیر اس کو دیکھ سکتا ہے۔

۴۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کلام، اس کے اوامر و نواہی اور اخبار حادث ہیں اسی بناء پر قرآن کریم کو مخلوق کہتے تھے۔

۵۔ یہ کہ انسان اور دیگر حیوانات کے اعمال کا خالق اللہ تعالیٰ نہیں ہے بلکہ مخلوقات خود ہی اپنے اعمال و افعال پر قدرت رکھتے ہیں اور اس میں اللہ تعالیٰ کو کوئی قدرت یا اختیار حاصل نہیں ہے۔

۶۔ یہ کہ امت مسلمہ میں سے جو لوگ فاسق ہیں وہ کفر و ایمان کی درمیانی منزل میں ہیں نہ تو کافر ہیں اور نہ مومن ۔

۷۔ یہ کہ بندوں کے وہ اعمال جن کا خدا نے نہ تو حکم دیا اور نہ ان سے منع فرمایا اس میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی مشیئت سے نہیں ہے ۔

---

[۱] (مقالات الاسلامیین جلد اوّل از امام اشعری صفحہ ۱۰۸ و ۱۲۴)

اس فرقے کا بانی عام طور پر واصل بن عطاء کو خیال کیا جاتا ہے جس نے حضرت حسن بصریؒ سے مرتکب کبیرہ کے مسئلے میں اختلاف کیا تھا اور عامہ مسلمین کے عقیدے کو ترک کر کے المنزلۃ بین المنزلتین کا عقیدہ اختراع کیا تھا۔ اس بدعت میں عمرو بن عبید بھی اس کا شریک تھا۔ اسی دن سے یہ دونوں اور ان کے متبعین معتزلہ کہلانے لگے اس کے بعد ان لوگوں نے معبد الجہنی اور غیلان الدمشقی کے عقیدۂ قدریت کو بھی اپنا لیا اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دینے لگے۔ چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں اس فرقے کی قیادت ابو علی الجبائی اور اس کے بیٹے ابو ہاشم الجبائی کے ہاتھوں تھی جن کے ناموں پر دو فرقے الجبائیہ اور البہشمیہ موسوم تھے۔

نجاریہ یہ فرقہ حسین بن محمد النجار کا پیرو تھا اس کے تحت بھی تین مختلف فرقے تھے برغوثیہ۔ زعفرانیہ اور مستدرکہ۔ یہ لوگ اپنے بعض اصول میں اہلسنت والجماعت کے موافق تھے مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا خالق ہے اور یہ کہ استطاعت فعل کے ساتھ ہے نیز یہ کہ عالم میں کوئی چیز بھی بغیر خدا کے ارادے کے واقع نہیں ہوئی۔ لیکن بعض دیگر اصول میں معتزلہ کے ہمنوا تھے مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات ازلیہ کا انکار کرنا، رویت باری کا محال قرار دینا اور کلام اللہ کو حادث ماننا۔ اس کے علاوہ ان کے بعض مخصوص عقائد تھے مثلاً ان کے نزدیک ایمان کی تعریف ہے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول اور اس کے متفق علیہ فرائض کو جاننا، اس کو ماننا اور زبان سے اقرار کرنا۔ پس اگر کوئی شخص قیام حجت کے بعد ان میں سے کسی بات کو نہ جانے یا جاننے کے بعد اقرار نہ کرے تو وہ کافر ہے۔ اور ان کا عقیدہ تھا کہ ایمان کے اندر زیادتی ہو سکتی ہے۔ لیکن نقصان نہیں ہو سکتا وغیرہ وغیرہ

جہمیہ یہ لوگ جہم بن صفوان کے پیرو تھے جو کہ اعمال پر اجبار اور اضطرار کا قائل تھا اور جملہ استطاعات کا منکر تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ ایمان صرف خدا کی معرفت کا نام ہے اور اس سے ناواقفیت ہی کفر ہے۔ وہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کو کسی عمل کا اختیار نہیں اور اعمال کی نسبت مخلوق کی طرف صرف بر سبیل مجاز ہوا کرتی ہے۔ جیسے یہ کہا جائے کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ نیز اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا علم حادث ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کو حیؔ، عالم یا مرید کہنے سے احتراز کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں خدا کو ان صفات سے متصوف نہ کروں گا جن کا اطلاق ماسوا پر ہو سکتا ہے البتہ اس کو موحد، قادر، خالق اور فاعل کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہ صفتیں صرف خدا ہی کے ساتھ مخصوص ہیں معتزلہ کی طرح یہ فرقہ بھی کلام اللہ کو حادث مانتا تھا اور خدا کے متکلم ہونے کا منکر تھا۔ تقریباً اسی قسم کے عقائد دو دیگر فرقوں بکریہ اور ضراریہ کے تھے۔

کرامیہ اس فرقے کا پیشوا ابو عبداللہ محمد بن کرام تھا۔ اس نے اپنے پیرووں کو خداوند کریم کی تجسیم کی جانب دعوت دی اور یہ عقیدہ اختیار کیا کہ معبود ایک جسم ہے جس کے لئے زیریں حصّہ کی طرف سے اور جس جہت سے وہ عرش سے ملتا ہے۔ ایک حد اور انتہا ہے۔ یہ عقیدہ ثنویہ کے قول کے مشابہ ہے۔ کیونکہ ان کا معبود بھی جسے وہ نور

کہتے ہیں اس جہت سے منتہی ہوجاتا ہے جدھر سے وہ کلام سے ملتا ہے۔ اگرچہ دیگر پانچ جہتوں سے اس کی انتہا نہیں ہے۔ ابن کرام نے اپنی بعض کتابوں میں معبود کو جوہر بتایا ہے جیسا کہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جوہر ہے۔ نیز اس نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش کو مس کرتا ہے اور یہ کہ عرش اس کا مقام ہے۔ ان لوگوں کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ ان کا معبود "محل حوادث" ہے اسی طرح اور بھی خرافات ان کے عقائد میں داخل تھے جن کی بنا پر یہ فرقہ مشبّہہ کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔

اہلسنت والجماعت زیر بحث صدی میں اہلسنت والجماعت عام طور پر دو گروہ میں منقسم تھے اوّل فقہا کے پیرو دوم محدثین کے پیرو۔ فقہاء میں انہیں چاروں اماموں کے ماننے والے تھے جن کے مذاہب پر آج بھی تمام عالم اسلامی کاربند ہے اور وہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان بزرگوں کے یہاں فقہی احکام کی بنیاد قرآن، سنت، اجماع اور قیاس پر ہے۔ محدثین اس وقت عموماً داؤد بن علی ظاہری کے پیرو تھے جس نے اپنے مذہب کی بنیاد انکار قیاس پر رکھی تھی اور فقہی مسائل میں قرآن و حدیث کے ظاہری مفہوم کو تعلیل عقلی پر ترجیح دیتا تھا اسی لئے اس کے پیرو ظاہریہ کہلائے۔ بعض مقامات پر ان کو داؤدیہ بھی کہا جاتا تھا۔ ۲۷۰ھ میں داؤد ظاہری کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے محمد نے اس مذہب کی نشر و اشاعت کی اور بالآخر اس کا بھی ۲۹۷ھ میں انتقال ہو گیا تھا۔

اب تک گفتگو صرف اسلامی فرقوں اور ان کے عقیدوں کے متعلق تھی۔ آئندہ سطروں میں ان مشہور غیر اسلامی مذاہب اور ان کے مختلف فرقوں کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کی جاتی ہے جو اس وقت عالم اسلامی کے مختلف حصوں میں پائے جاتے تھے۔ اختصار کے خیال سے ان کی عبادات اور مذہبی رسوم کو قصداً حذف کر دیا گیا۔

یہود چوتھی صدی ہجری میں بقول امام شہرستانی یہودیوں میں سے زیادہ فرقے پائے جاتے تھے لیکن ان کے اندر دو بڑے گروہ تھے۔

۱۔ عانانیہ۔ یہ لوگ عانان کی جانب منسوب تھے جو توحید، عدل اور نفی تشبیہ کا قائل تھا۔ غالباً انہیں لوگوں سے اسلام کے بدعتی فرقوں نے تعطیل اور قدریت سیکھی۔

۲۔ اشمعیثیہ اس گروہ کا پیشوا اشمعیث تھا جو برخلاف عانانیہ کے تشبیہ کا قائل اور توحید و عدل کا منکر تھا۔ جمہور یہود انہیں دو شخصوں کے مذاہب پر تھے۔ ان کے علاوہ جو دوسرے مخالف فرقے تھے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے

۳۔ جالوتیہ۔ اس فرقے کا بانی راس جالوت تھا جس نے تشبیہ کے باب میں کچھ اضافہ کیا چنانچہ اس کا عقیدہ تھا کہ اس کا معبود ایک معمر شیخ ہے جس کے بال سفید ہو چکے ہیں۔

۴۔ فیومیہ۔ یہ فرقہ ابوسعید الفیومی کی طرف منسوب تھا۔ یہ لوگ تورات کی حروف مقطعات کے اعتبار سے تفسیر کرتے تھے جس طرح اسلام میں فرقہ باطنیہ کے پیرو کیا کرتے تھے۔

۵۔ سامریہ ۔ یہ لوگ شریعت یہود کی بہت سی باتوں کے منکر تھے اور یوشع بن نون کے بعد دوسرے انبیاء کرام مثلاً حضرت داؤد، سلیمان، ذکریا اور یحییٰ علیہم السلام کی نبوت کے بھی قائل نہ تھے ۔

۶۔ عکبریہ ۔ ان کا مقتدا ابوموسیٰ بغدادی عکبری تھا۔ یہ لوگ مسئلہ سبت اور تورات کی تفسیر کے بارے میں دیگر یہودی فرقوں سے اختلاف رکھتے تھے ۔

۷۔ اصفہانیہ ۔ بعض لوگ ان کو علیسویہ بھی کہتے تھے ۔ یہ فرقہ ابوعلیسیٰ اصفہانی کی جانب منسوب تھا جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کا قول تھا کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا تھا اور اس کا سر (نعوذ باللہ) پروردگار عالم کو مس کر گیا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اس نے آسمان پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ پر ایمان لایا ۔

۸۔ عراقیہ ۔ یہ فرقہ تیوہاروں کے اوقات اور ان کی مدت کے بارے میں خراسان کے یہودیوں سے اختلاف کرتا تھا۔ یہ لوگ مہینوں کی پہلی تاریخ چاند نکلنے کے روز کو شمار کرتے تھے حالانکہ دوسرے فرقے دنوں کے حساب اور شمار سے پہلی تاریخ مانتے تھے ۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الآثار الباقیہ از ابوریحان بیرونی)

۹۔ شہرستانیہ ۔ اس فرقے کا پیشوا شہرستان تھا جس کا خیال تھا کہ تورات سے اسّی آیتیں ضائع ہوگئیں اور اس کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ تورات سے ظاہری معنی کے علاوہ ایک باطنی مفہوم بھی نکلتا ہے ۔

۱۰۔ مالکیہ ۔ اس کا مقتدا عانان کا شاگرد مالک تھا۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ یوم قیامت میں صرف انہیں مردوں کو زندہ کریگا جن کے خلاف انبیاء کرام اور آسمانی کتابوں کی حجت موجود ہوگی ۔

۱۱۔ مغاربہ ۔ یہ لوگ شنبہ کے دن سفر کرنے اور ہانڈیوں میں کھانا پکانے کو برخلاف دیگر فرقوں کے جائز سمجھتے تھے

۱۲۔ فلسطینیہ ۔ یہ فلسطین کے یہودی تھے جو از روئے احترام حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے ۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کہا جاتا ہے ۔

۱۳۔ ربانیہ ۔ قدر کے مسئلہ میں اس فرقے کا وہی عقیدہ تھا جو اسلام میں معتزلہ کا تھا۔ یہ فرقہ طہارت کے بارے میں اس قدر متشدد تھا کہ اگر حائضہ عورت تہ بتہ رکھے ہوئے کپڑوں میں سے کسی ایک کو بھی چھوئے تو سب کپڑوں کا دھونا واجب ہوجاتا ہے ۔

نصاریٰ

نصاریٰ بہتر فرقوں میں منقسم تھے جن میں سے مشہور تین تھے ۔

۱۔ ملکانیہ ۔ یہ لوگ ملک الروم کی جانب منسوب ہیں۔ چنانچہ روم اور اس کے اطراف میں اسی فرقے کے لوگ بستے تھے ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تین معانی کے مجموعے کا نام ہے باپ، بیٹا اور جوہر یعنی روح القدس

۲۔ نسطوریہ ۔ یہ فرقہ ایک شخص نسطور نامی کی جانب منسوب ہے۔ شام، خراسان اور عراق کے اکثر نصاریٰ نسطوری تھے ۔ ان کا بھی یہی قول تھا کہ اللہ تین معانی کے مجموعے کا نام ہے چنانچہ اللہ تین کا ایک اور ایک کا تین ہے ۔

...Islamia
3 SEP

۳۔ یعقوبیہ۔ یہ لوگ زیادہ تر قبطی تھے اور مصر کے اطراف میں پائے جاتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ واحد اور قدیم ہے۔ شروع میں نہ وہ جسم تھا اور نہ انسان اس کے بعد جسمانیت اختیار کی اور انسان بن گیا۔

ابوزید بلخی نے نصاریٰ کے اندر بعض دوسرے فرقے بھی شمار کئے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۴۔ فولیہ۔ اس فرقے کا خیال تھا کہ اللہ ایک ہے اور اس کا علم اس کے ساتھ قدیم ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام باعتبار رحمت کے اس کے بیٹے ہیں جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کہا جاتا ہے۔

۵۔ مرقونیہ۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح ہر روز ان پر ایک مرتبہ طواف کرتے ہیں

۶۔ برذعانیہ۔ اس فرقے کا عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح ہی مُردوں کو ان کی قبر سے اٹھائیں گے اور ان کا حساب کتاب کرینگے۔ اسی طرح اور بھی بعض فاسد عقیدے رکھتے تھے۔

ان فرقوں میں سے مدکانیہ۔ نسطوریہ اور یعقوبیہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ان کا معبود تین اقانیم سے مرکب ہے (اقنوم بمعنی شخص اور اصل) اور یہ تینوں اقانیم دراصل ایک ہی چیز ہیں۔ اور وہ جوہر قدیم ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ باپ اور بیٹا اور روح القدس ایک خدا ہیں۔ ان کا خیال تھا کہ بیٹا آسمان سے نازل ہوا اور حضرت مریم علیہا السلام کے جسم کو بطور زرہ کے پہن لیا۔ اس کے بعد لوگوں میں ظاہر ہو کر مردوں کو زندہ اور بیماروں کو اچھا کرنے لگا اور ان کو غیب کی خبریں بتانے لگا۔ بعد ازاں وہ قتل کیا گیا پھر قبر سے تین دن کے بعد نکلا اور اپنے حواریین میں سے کچھ لوگوں کے سامنے ظاہر ہوا۔ اس کے بعد آسمان میں چڑھ گیا اور اللہ تعالیٰ کے داہنے جانب بیٹھ گیا۔ یہاں تک ان کے عقائد میں اتحاد و اتفاق ہے لیکن اس کے بعد تعبیرات اور اسباب کے بارے میں ان میں بہت زیادہ اختلاف ہے یہاں تک کہ شاید دو فرد بھی کسی ایک رائے پر متفق نہیں پائے جا سکتے جیسا کہ ابوزید بلخی لکھتا ہے۔

واعلم انہ لامذھب اکثر اختلافا فی العبادۃ من النصاریٰ حتیٰ لایکا دیوجد منھم اثنان علیٰ قول واحد (کتاب البدء والتاریخ الجزء الرابع صفحہ ۴۵)	جاننا چاہئے عیسائیوں سے زیادہ عبادت کے معاملہ میں کثیر الاختلاف کوئی مذہب نہیں ہے، چنانچہ دو عیسائی بھی کسی ایک قول پر متفق نہیں ملیں گے۔

چنانچہ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ذات قدیم ہے اور وہ تین اقانیم سے مرکب ہے جن میں سے ہر اقنوم ایک خاص جوہر ہے۔ ان تین اقانیم میں سے ایک باپ ہے جو مولود نہیں اور دوسرا بیٹا جو کسی کا والد نہیں اور تیسرا جوہر روح ہے جو باپ اور بیٹے کے درمیان لوٹتی رہتی ہے۔ ان کا یہ بھی گمان تھا کہ بیٹا ہمیشہ سے مولود رہا ہے اور باپ ہمیشہ سے والد رہا ہے نکاح اور تناسل کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس طرح جیسے کہ آفتاب کی روشنی کا تولد ذات آفتاب سے اور آتش کی سوزش کا تولد آتش سے ہوتا ہے۔ اسی طرح اس مسئلے میں بھی باہمی اختلاف تھا کہ حضرت مسیح کی ذات بسیط ہے یا مرکب۔ بعضوں کا خیال تھا کہ لاہوت اور ناسوت سے مرکب ہے اور بعض دوسروں کے نزدیک

بسیط۔ اوّل الذکر رائے میں پھر اختلاف تھا کہ کون سی جنت لاہوتی ہے اور کون ناسوتی۔ اسی قسم کے نظری اختلافات پر ان کے عقائد مشتمل تھے۔

مجوس ان کے اندر بھی مختلف فرقے پائے جاتے تھے مثلاً زردشتیہ، زُروانیہ، بھافریدیہ اور خرمیہ وغیرہ۔ یہ لوگ آگ، سورج، چاند اور ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ خدا (یزداں) نے اہرمن کو پیدا کیا اور کائنات عالم کا انتظام یزداں اور اہرمن دونوں کے ہاتھ میں ہے البتہ یزداں بھلائیوں کا فاعل ہے اور اہرمن برائیوں کا۔ بعض دوسروں کی رائے ہے کہ خداوند کو ایک خراب خیال پیدا ہوا تو یہ شریر اور خبیث ذات (اہرمن) بغیر اس کے ارادے کے ظہور پذیر ہوئی۔ ان میں سے جو خاص فرقہ زردشتیہ تھا وہ زردشت کی نبوت کا قائل تھا اور تین دوسرے پیغمبروں کا بھی جو اس کے بعد پیدا ہوئے اور یہ لوگ اس کی کتاب اوستا کو آسمانی کتاب سمجھ کر پڑھا کرتے تھے۔ یہ لوگ آگ کی اس لئے تعظیم کرتے تھے کہ وہ عناصر میں سب سے زیادہ عظمت رکھتی ہے۔ بعضوں کا عقیدہ تھا کہ آگ اللہ کے نور سے بنی ہے اور بعض دوسروں کے نزدیک آگ خداوند کا جزو ہے۔ (باقی)

حکمتِ رومی
مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم
قیمت تین روپے

مقامِ انسانیت
مصنفہ محمد مظہرالدین صاحب صدیقی
قیمت ایک روپیہ

اسلام اور رواداری
مصنفہ رئیس احمد جعفری
قیمت چھ روپے

اسلام اور موسیقی
مصنفہ محمد جعفر شاہ صاحب پھلواروی
قیمت تین روپے چار آنے

ملنے کا پتہ:

ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ ۲۔ کلب روڈ۔ لاہور